(1898 – 1958)

پطرس بخاری

اصل نام سیّد احمد شاہ بخاری تھا۔اردو ادب میں پطرس کے قلمی نام سے مشہور ہوئے۔انگریزی میں ایم۔اے کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج، لاہور میں انگریزی کے استاد مقرّر ہوئے۔بعد میں آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ ہو گئے اور یہاں کئی برس تک ڈائریکٹر جنرل رہے۔

پطرس بخاری نے اگرچہ کم لکھا لیکن شہرت بہت حاصل کی۔پطرس کے مزاحیہ مضامین کا مجموعہ 'مضامینِ پطرس' کُل دس مضامین پر مشتمل ہے مگر اس مختصر کتاب میں قہقہوں کی دنیا آباد ہے۔انھوں نے انگریزی ادب کے مطالعے سے فائدہ اٹھایا۔ان کی تحریروں پر انگریزی طرز کی گہری چھاپ ہے۔ان کی عبارت میں شوخی، شگفتگی، روانی اور بے ساختہ پن نمایاں ہے۔سیدھی سادی باتوں سے مزاح پیدا کرنا، لفظوں کے اُلٹ پھیر سے جملے چُست کرنا اور خود کو مذاق کا موضوع بنا کر اپنے اوپر ہنسنا ان کا خاص انداز ہے۔وہ زندگی کی چھوٹی چھوٹی سچّائیوں پر نظر رکھتے ہیں اور اپنے پڑھنے والوں کو خوب ہنساتے ہیں۔اُن کی ظرافت نہایت خوش گوار اثر چھوڑتی ہے۔

© NCERT not to be republished

سنیما کا عشق

5024CH01

اوّل تو خدا کے فضل سے ہم سنیما کبھی وقت پر نہیں پہنچ سکے۔ اِس میں میری سُستی کو ذرا دخل نہیں۔ یہ سب قصور ہمارے دوست مرزا صاحب کا ہے۔

جب سنیما جانے کا ارادہ ہو، ہفتہ بھر پہلے سے انھیں کہہ رکھتا ہوں کہ کیوں بھئی مرزا، اگلی جمعرات چلو گے نا! میری مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ پہلے سے تیار رہیں اور اپنی تمام مصروفیتیں کچھ اس ڈھب سے ترتیب دے لیں کہ

© NCERT not to be republished

جمعرات کے دن ان کے کام میں کوئی ہرج واقع نہ ہو لیکن وہ جواب میں عجب قدر ناشناسی سے فرماتے ہیں:

''ارے بھئی چلیں گے کیوں نہیں؟ کیا ہم انسان نہیں؟ ہمیں تفریح کی ضرورت نہیں ہوتی؟ اور پھر کبھی ہم نے تم سے آج تک ایسی بے مروّتی بھی برتی ہے کہ تم نے چلنے کو کہا ہو اور ہم نے تمھارا ساتھ نہ دیا ہو؟''

ان کی تقریر سن کر میں کھسیانا سا ہو جاتا ہوں۔ کچھ دیر چپ رہتا ہوں اور پھر دبی زبان سے کہتا ہوں:

''بھئی اب کے ہو سکا تو وقت پر پہنچیں گے۔ ٹھیک ہے نا!''

میری یہ بات عام طور پر ٹال دی جاتی ہے کیوں کہ اس سے ان کا ضمیر کچھ تھوڑا سا بیدار ہو جاتا ہے۔ خیر میں بھی بہت زور نہیں دیتا۔ صرف اُن کو بات سمجھانے کے لیے اتنا کہہ دیتا ہوں:

''کیوں بھئی! سنیما آج کل چھے بجے شروع ہوتا ہے نا؟''

مرزا صاحب عجب معصومیت کے انداز میں جواب دیتے ہیں:

''بھئی! یہ ہمیں معلوم نہیں۔''

''میرا خیال ہے چھے ہی بجے شروع ہوتا ہے۔''

''اب تمھارے خیال کی تو کوئی سند نہیں۔''

''نہیں مجھے یقین ہے۔ چھے بجے شروع ہوتا ہے۔''

''تمھیں یقین ہے تو میرا دماغ کیوں مفت میں چاٹ رہے ہو؟''

اس کے بعد آپ ہی کہیے میں کیا بولوں؟

خیر جناب، جمعرات کے دن چار بجے ہی ان کے مکان کو روانہ ہو جاتا ہوں۔ اس خیال سے کہ جلدی جلدی انھیں تیار کرا کے وقت پر پہنچ جائیں۔ دولت خانے پر پہنچتا ہوں تو آدم نہ آدم زاد۔ مردانے کے سب کمروں میں گھوم جاتا ہوں۔ ہر کھڑکی میں سے جھانکتا ہوں، ہر شگاف میں سے آوازیں دیتا ہوں لیکن کہیں سے رسید نہیں ملتی۔

آخر تنگ آکر ان کے کمرے میں بیٹھ جاتا ہوں۔ وہاں دس پندرہ منٹ سیٹیاں بجاتا رہتا ہوں۔ دس پندرہ منٹ پنسل سے بلاٹنگ پیپر پر تصویریں بناتا رہتا ہوں۔ باہر ڈیوڑھی میں نکل کر اِدھر اُدھر جھانکتا ہوں۔ وہاں بدستور ہُو کا عالم

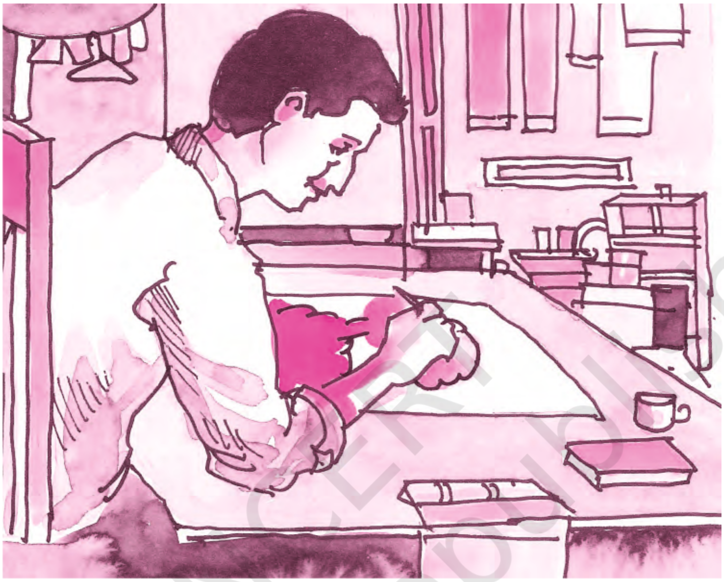

دیکھ کر کمرے میں واپس آجاتا ہوں اور اخبار پڑھنا شروع کر دیتا ہوں۔ ہر کالم کے بعد مرزا صاحب کو ایک آواز دے لیتا ہوں۔ اس اُمّید پر کہ شاید ساتھ کے کمرے میں یا عین اوپر کے کمرے میں تشریف لے آئے ہوں۔ سو رہے تھے تو ممکن ہے جاگ اٹھے ہوں یا نہا رہے تھے تو شاید غسل خانے سے باہر نکل آئے ہوں لیکن میری آواز مکان کی وسعتوں میں سے گونج کر واپس آجاتی ہے۔ آخر کار ساڑھے پانچ بجے کے قریب زنانے سے تشریف لاتے ہیں۔ میں اپنے کھولتے ہوئے خون کو قابو میں لا کر متانت اور اخلاق کو بڑی مشکل سے مدِّنظر رکھ کر پوچھتا ہوں:

''کیوں حضرت! آپ اندر ہی تھے؟''

''ہاں اندر ہی تھا۔''

''میری آواز آپ نے نہیں سُنی؟''

''اچھّا یہ تم تھے؟ میں سمجھا کوئی اور ہے۔''

آنکھیں بند کر کے سر کو پیچھے ڈال لیتا ہوں اور دانت پیس کر غصّے کو پی جاتا ہوں اور پھر کانپتے ہوئے ہونٹوں سے پوچھتا ہوں:

”تو اچھا آپ چلیں گے یا نہیں؟“

”وہ کہاں؟“

”ارے بندۂ خدا، آج سنیما نہیں جانا؟“

”ہاں سنیما۔ سنیما (یہ کہہ کر وہ کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں) ٹھیک ہے۔ سنیما، میں بھی سوچ رہا تھا کہ کوئی نہ کوئی بات ضرور ایسی ہے جو مجھے یاد نہیں آ رہی ہے۔ اچھا ہوا تم نے یاد دلا دیا ورنہ مجھے رات بھر الجھن رہتی۔“

”تو چلو پھر اب چلیں؟“

”ہاں وہ تو چلیں گے ہی۔ میں سوچ رہا تھا آج ذرا کپڑے بدل لیتے۔ خدا جانے دھوبی کمبخت کپڑے بھی لایا ہے یا نہیں۔ یار اِن دھوبیوں کا تو کوئی انتظام کرو۔“

پھر یہ کہہ کر اندر تشریف لے جاتے ہیں کہ اچھا کپڑے پہن آؤں۔

مرزا صاحب کے کپڑے پہننے کا عمل اس قدر طویل ہے کہ اگر میرا اختیار ہوتا تو قانون کی رُو سے انھیں کبھی کپڑے اتارنے ہی نہ دیتا۔ آدھے گھنٹے کے بعد وہ کپڑے پہنے ہوئے تشریف لاتے ہیں۔ ایک پان مُنہ میں، دوسرا ہاتھ میں ۔ میں بھی اٹھ کھڑا ہوتا ہوں۔ دروازے تک پہنچ کر مڑ کے جو دیکھتا ہوں تو مرزا صاحب غائب۔ پھر اندر آ جاتا ہوں۔ مرزا صاحب کسی کونے میں کھڑے کچھ کُرید کر رہے ہیں۔

”ارے بھئی چلو۔“

”چل تو رہا ہوں یار۔ آخر اتنی بھی کیا آفت ہے؟“

”اور یہ تم کر کیا رہے ہو؟“

’’پان کے لیے ذرا تمبا کو لے رہا تھا۔‘‘

تمام راستے مرزا صاحب چہل قدمی فرماتے جاتے ہیں۔ میں ہر دو تین لمحے کے بعد اپنے آپ کو ان سے چار پانچ قدم آگے پاتا ہوں۔ کچھ دیر ٹھہر جاتا ہوں۔ وہ ساتھ آملتے ہیں تو پھر چلنا شروع کر دیتا ہوں۔ پھر آگے نکل جاتا ہوں۔ پھر ٹھہر جاتا ہوں۔ غرض یہ کہ گو چلتا دُگنی تِگنی رفتار سے ہوں لیکن پہنچتا ان کے ساتھ ہی ہوں۔

ٹکٹ لے کر اندر داخل ہوتے ہیں تو اندھیرا گُھپ۔ بہتیرا آنکھیں جھپکتا ہوں، کچھ سُجھائی نہیں دیتا۔ ادھر سے کوئی آواز دیتا ہے، ’’یہ دروازہ بند کر دو جی۔‘‘ یا اللہ اب کہاں جاؤں؟ رستہ، کرسی، دیوار، آدمی کچھ بھی تو نظر نہیں آتا۔ ایک قدم بڑھاتا ہوں تو سر اُن بالٹیوں سے جا ٹکراتا ہے جو آگ بجھانے کے لیے دیوار پر لٹکی رہتی ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد

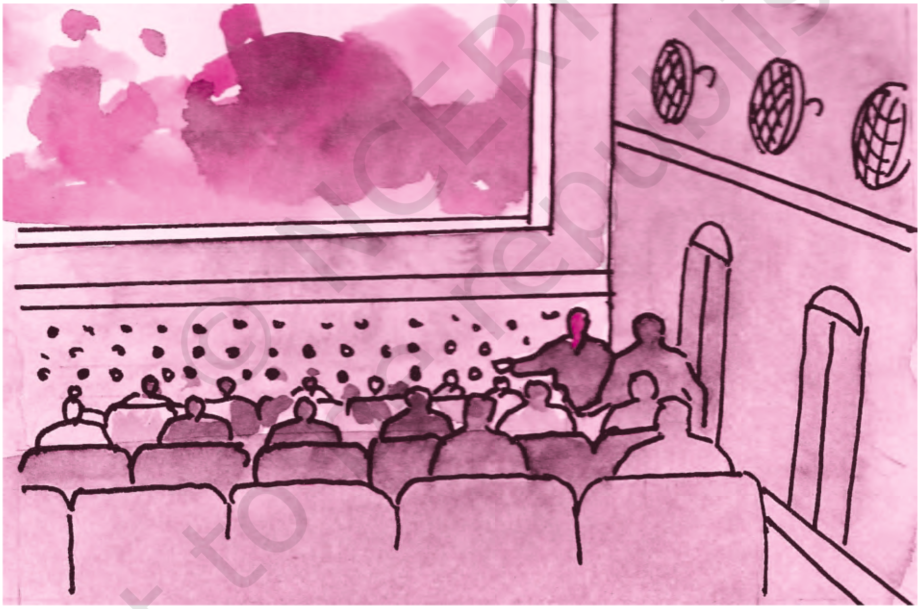

تاریکی میں کچھ دُھندلے سے نقش دکھائی دینے لگتے ہیں۔ جہاں ذرا سا تاریک سا دھبّا دکھائی دے جائے وہاں سمجھتا ہوں کرسی خالی ہوگی۔ خمیدہ پُشت ہو کر اس کا رُخ کرتا ہوں۔ اِس کے پاؤں کو پھاند، اُس کے ٹخنوں کو ٹھکرا، خواتین کے گھٹنوں سے دامن بچا کر، آخر کار کسی کی گود میں جا بیٹھتا ہوں۔ وہاں سے نکال دیا جاتا ہوں اور لوگوں کے دھکّوں

کی مدد سے کسی خالی کرسی تک جا پہنچتا ہوں۔ مرزا صاحب سے کہتا ہوں ''میں نہ بکتا تھا کہ جلدی چلو۔ خواہ مخواہ میں ہم کو رسوا کروایا نا۔ گدھا کہیں کا!'' اس شگفتہ بیانی کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ کی کرسی پر جو حضرت بیٹھے ہیں اور جن کو میں مخاطب کر رہا ہوں وہ مرزا نہیں کوئی بزرگ ہیں۔

اب تماشے کی طرف متوجّہ ہوتا ہوں اور سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ فلم کون سی ہے؟ اس کی کہانی کیا ہے؟ اور کہاں تک پہنچ چکی ہے؟ اس انتظار میں رہتا ہوں کہ کچھ لکھا ہوا سامنے آئے، تو معاملہ کُھلے کہ اتنی دیر میں سامنے کی کرسی پر بیٹھے ہوئے حضرت ایک وسیع اور فراخ انگڑائی لیتے ہیں جس کے دوران میں کم از کم دو تین سوفٹ فلم گزر جاتی ہے۔ جب انگڑائی کو لپیٹ لیتے ہیں تو پھر سر کھُجانا شروع کرتے ہیں اور اس عمل کے بعد ہاتھ کو سر سے نہیں ہٹاتے بلکہ بازو کو ویسے ہی خمیدہ رکھے رہتے ہیں۔ میں مجبوراً سر کو نیچا کر کے چائے دانی کے اس دستے کے بیچ میں سے اپنی نظر کے لیے راستہ نکال لیتا ہوں اور اپنے بیٹھنے کے انداز سے بالکل ایسا معلوم ہوتا ہوں کہ جیسے ٹکٹ خریدے بغیر اندر گھس آیا ہوں اور چوروں کی طرح بیٹھا ہوا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد انھیں کرسی کی نِشست پر کوئی مچھّر یا پِسّو محسوس ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ دائیں طرف سے ذرا اونچے ہو کر بائیں طرف کو جھک جاتے ہیں۔ میں مصیبت کا مارا دوسری طرف جُھک جاتا ہوں۔ ایک دو لمحے کے بعد وہی مچھّر دوسری طرف ہجرت کر جاتا ہے۔ چنانچہ ہم دونوں پھر سے پینترا بدل لیتے ہیں۔ غرض یہ کہ یہ دل لگی یوں ہی جاری رہتی ہے۔ وہ دائیں تو میں بائیں، وہ بائیں تو میں دائیں۔ ان کو کیا معلوم کہ اندھیرے میں کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ دل یہی چاہتا ہے کہ اگلے درجے کا ٹکٹ لے کر ان کے آگے جا بیٹھوں اور کہوں کہ لے بیٹا! دیکھوں تو اَب تُو کیسے فلم دیکھتا ہے؟

پیچھے سے مرزا صاحب کی آواز آتی ہے ''یار! تم سے نچلا نہیں بیٹھا جاتا۔ اب جو ہمیں ساتھ لائے ہو تو فلم تو دیکھنے دو۔'' اس کے بعد غُصّے میں آ کر آنکھیں بند کر لیتا ہوں۔ دل میں کہتا ہوں ایسی کی تیسی اس فلم کی۔ سو سو قسمیں کھاتا ہوں کہ پھر کبھی نہ آؤں گا اور اگر آیا بھی تو اس کمبخت مرزا سے ذکر تک نہ کروں گا۔ پانچ چھے گھنٹے پہلے سے آ جاؤں گا۔ اوپر کے درجے میں سب سے اگلی قطار میں بیٹھوں گا۔ تمام وقت اپنی نِشست پر اُچھلتا رہوں گا۔ بہت بڑے طُرّے والی

پگڑی پہن کر آؤں گا۔ اپنے اوورکوٹ کو دو چھڑیوں پر پھیلا کر لٹکا دوں گا۔ بہر حال مرزا کے پاس تک نہ پھٹکوں گا۔

لیکن اس کمبخت دل کو کیا کروں؟ اگلے ہفتے پھر کسی اچھی فلم کا اشتہار دیکھ پاتا ہوں تو سب سے پہلے مرزا کے ہاں جاتا ہوں اور گفتگو پھر وہیں سے شروع ہوتی ہے کہ ''کیوں بھئی مرزا! اگلی جمعرات سنیما چلو گے نا؟''

(پطرس بخاری)

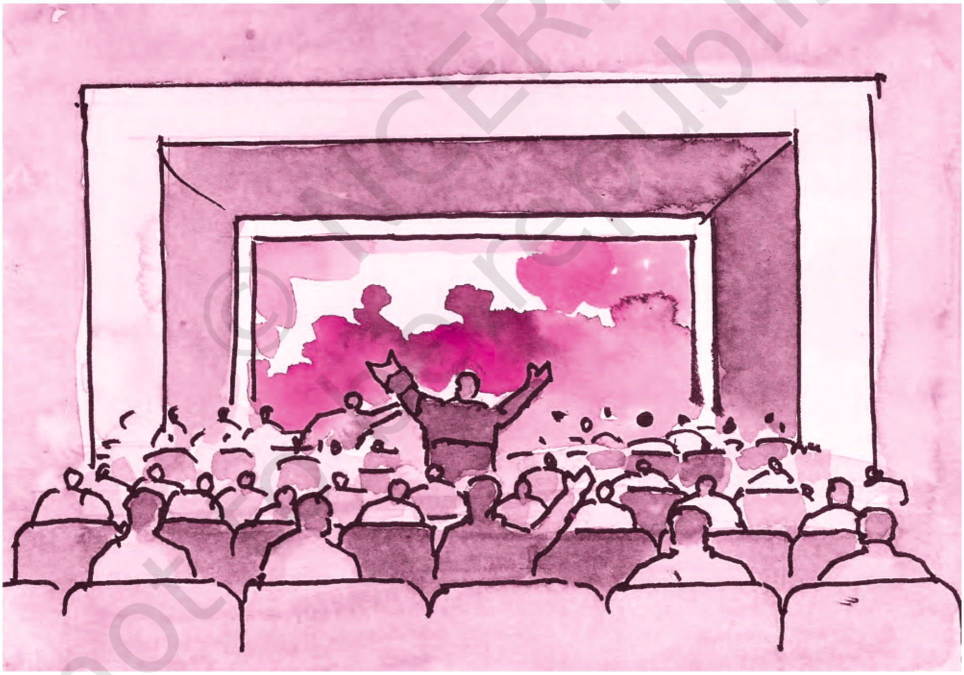

© NCERT not to be republished

مشق

• معنی یاد کیجیے

قدر ناشناسی	:	نا قدری، کسی لائق نہ سمجھنا، کوئی اہمیت نہ دینا
بے مروّتی	:	کسی کے لیے دل میں جگہ نہ ہونا، لحاظ نہ کرنا
ضمیر بیدار ہونا	:	احساس جاگنا
سَنَد	:	ثبوت
آدم نہ آدم زاد	:	جہاں کوئی نہ ہو
شِگاف	:	جِھری، دراڑ
رسید نہ ملنا	:	جواب نہ ملنا
بدستور	:	ٹھیک اُسی طرح
عین	:	ٹھیک، بالکل
متانت	:	سنجیدگی
طویل	:	لمبا
چہل قدمی فرمانا	:	آہستہ آہستہ چلنا
نشست	:	بیٹھنے کی جگہ
خواہ مخواہ	:	بلاوجہ
معصومیت	:	بھولا پن

© NCERT not to be republished

دولت خانہ	:	گھر، دوسرے کے گھر کے لیے بولتے ہیں
ہُو کا عالَم	:	سنّاٹا
وُسعت	:	پھیلاؤ
مدِّنظر رکھنا	:	نظر کے سامنے رکھنا، لحاظ رکھنا
قانون کی رُو سے	:	قانون کے مطابق
مخاطب کرنا	:	خطاب کرنا، توجہ دلانا
ہِجرت کر جانا	:	ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جانا
اخلاق	:	اچھا عمل، اچھا سلوک
خمیدہ	:	جھُکا ہوا
پُشت	:	پیٹھ
شگفتہ بیانی	:	دل چسپ گفتگو، بات چیت کا خوب صورت انداز
وسیع اور فراخ	:	لمبا چوڑا
قطار	:	لائن

• سوچیے اور بتایئے

1۔ مصنِّف ایک ہفتہ پہلے سے ہی سنیما کا پروگرام کیوں بناتا تھا؟

2۔ مرزا صاحب کے انتظار سے تنگ آ کر مصنّف نے کیا کیا؟

3۔ سنیما ہال میں پہنچ کر مصنِّف پر کیا گزری؟

4۔ غصّے میں پطرس نے کیا قسم کھائی؟

5۔ پطرس کی قسم کا کیا انجام ہوا؟